مطلعِ ثانی

مجھے اس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی
کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی

دلِ نا امید کیونکر ، بہ تسلی آشنا ہو
جو امیدوار رہیے نہ بہ مرگِ ناگہانی

مجھے بادۂ طرب سے بہ خمار گاہِ قسمت
جو ملی تو تلخ کامی ، جو ہوئی تو سر گرانی

نہ ستم کراب تومجھ پرکہ وہ دن گئے کہاں تھی
مجھے طاقت آزمائی ، تجھے آلفت آزمائی

یوہیں دکھ کسی کودینا نہیں خوب ورنہ کہتا
کہ مرے عدو کو یارب! ملے میری زندگانی

بہ ہزار آمید واری رہی ایک اشک باری
نہ ہؤا حصولِ زاری بجز آستیں فشانی

کروں عذرِ ترکِ صحبت سو کہاں وہ بے دماغی
نہ غرورِ میرزائی ، نہ فریبِ ناتوانی

ہمہ یک نفس تپش سے تب و تابِ ہجر مت پوچھ
کہ ستم کشِ جنوں ہوں ، نہ بقدرِ زندگانی

کفِ موجۂ حیا ہوں بہ گذارِ عرضِ مطلب
کہ سرشک قطرہ زن ہے بہ پیام دل رسانی

یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ **غالب**
کروں خوانِ گفتگو پر دل و جاں کی میہانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

[1] نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصریر کا

[2] آتشیں پا ہوں ، گدازِ وحشتِ زنداں نہ پوچھ
موئے آتش دیدہ ہے ہر حلقہ یاں زنجیر کا

شوخیِ نیرنگ صیدِ وحشتِ طاؤس ہے
دام سبزے میں ہے پروازِ چمن تسخیر کا

لذتِ ایجادِ ناز افسونِ عرضِ ذوقِ قتل
نعل آتش میں ہے ، تیغِ یار سے نخچیر کا

کاوکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا ، لانا ہے جوئے شیر کا

١- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل دو شعر باریک قلم سے خوش خط لکھے ہیں :

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آ گہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

٢- اس شعر کے مصرع اول کے حاشیے پر یہ تحریر ہے :
"م عبدالعلے"

خشت پشتِ دستِ عجز و قالب آغوشِ وداع
پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا
وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسد
جو مژہ[۱] جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

●

جنوں گرمِ انتظار و نالہ بیتابی کمند آیا
سویدا تا بلب زنجیر سے[۲] دودِ سپند آیا
[۳]بہ استقبالِ تمثالِ ز ماہ اختر فشاں شوخی
تماشا کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا
تغافل ، بدگمانی ، بلکہ میری سخت جانی سے
نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا
فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا
فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل ، پسند آیا
عدم ہے خیر خواہِ جلوہ کو زندانِ بیتابی
خرامِ ناز برق خرمنِ سعیِ پسند آیا
جراحت تحفہ ، الماس ارمغاں ، نادیدنی دعوت
مبارک باد اسد غمخوارِ جانِ درد مند آیا

۱- عرشی : مژہ -
۲- عرشی : زنجیری ، عرشی صاحب نے زنجیر سے ، کو سہوِ مرتب لکھا ہے -
۳- مصرع اول کو حاشیے پر یوں بدل کر لکھا ہے (باریک قلم ، خوش خط) :
سرِ اختر فشاں کی بہر استقبال آنکھوں سے

●

عالم جہاں بہ عرضِ بساطِ وجود تھا
جوں صبح چاکِ جیب مجھے تار و پود تھا
جز قیس اور کو نہ ملا عرصۂ طپش
صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا
آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا ہے عرض
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا
تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
مژگاں جو وا ہوئی ، نہ زیاں تھا ، نہ سود تھا
بازی خورِ فریب ہے اہلِ نظر کا ذوق
ہنگامہ گرمِ حیرتِ بود و نبود تھا
تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
سر گشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

●

شمارِ سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا
بہ فیضِ بیدلی نومیدیِ جاوید آساں ہے
کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا
حجابِ سیرِ گل آئینۂ بے مہریِ قاتل
کہ اندازِ بہ خوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا
ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی
بہ رنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

[1]سوادِ چشمِ بسمل انتخابِ نقطہ آرائی
خرامِ نازِ بے پروائیِ قاتل پسند آیا

اسد ہر جا سخن نے طرحِ باغِ تازہ ڈالی ہے
مجھے رنگِ بہار ایجادیِ بیدل پسند آیا

●

تنگی رفیقِ رہ تھی ، عدم یا وجود تھا
میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

تو یک جہاں قماشِ ہوس جمع کر کہ میں
حیرت مطاعِ عالمِ نقصان و سود تھا

گردش محیطِ ظلم رہا جس فلک
میں پائمالِ غمزۂ چشمِ کبود تھا

۱- قاضی انوارالحق صحیح فرماتے ہیں کہ متن میں اس شعر پر ''لا لا'' لکھا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر بڑھایا گیا ہے :

روانی ہائے موجِ خونِ بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا

اس سلسلے میں صرف اتنا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حاشیے پر یہ اندراج اس غزل کے دوسرے اور تیسرے شعر کے ساتھ کیا گیا ہے ۔ (پانچویں شعر کے ساتھ نہیں) ۔ نیز حاشیے پر یہ اندراج باریک قلم میں خوش خط نہیں ہے بلکہ موٹے قلم کے شکستہ خط میں ہے ۔ تاہم اس خاص اضافے کو دیکھ کر یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ یہ اندراج غالب کی تحریر سے بہت مشابہ ہے ۔

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوالِ دل ، مگر
کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز
لیکن یہی کہ 'رفت' گیا اور 'بود' تھا

خور شبنم آشنا نہ ہوا ، ورنہ میں اسد
سر تا قدم گزارشِ ذوقِ سجود تھا

●

خود آرا وحشتِ چشمِ پری سے شب وہ بدخو تھا
کہ مومِ آئینۂ تمثال کو تعویذِ بازو تھا

بہ شیرینیِ خواب آلودہ مژگاں نشترِ زنبور
خود آرائی سے ئینہ طلسمِ مومِ جادو تھا

نہیں ہے باز گشتِ سیل غیر از جانبِ دریا
ہمیشہ دیدۂ گریاں کو آبِ رفتہ در جو تھا

رہا نظارہ وقتِ بے نقابی ہا بخود لرزاں
سرشک آگیں مژہ سے دست از جاں شیشہ ابرو تھا

غمِ مجنوں عزادارانِ لیلٰی کا پرستش گر
[1]خمِ رنگِ سیہ از حلقہ ہائے چشمِ آہو تھا

۱- اس مصرع میں ''از حلقہ ہا'' تینوں لفظوں کے اوپر ''لا'' لکھا ہے ۔ یوں : لا لا لا ۔ پھر ''از حلقہ'' کے نیچے ''پیمانہ'' تحریر کیا ہے اور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ
اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

[1] اسد خاکِ درِ میخانہ ہا بر فرق پاشیدن
خوشا روزیکہ آب از ساغرِ مے تا بہ زانو تھا

●

[2] کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجے ، ہم نے مدعا پایا

شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک باندھا
آپ سے کوئی پوچھے ، تم نے کیا مزا پایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
''ہا'' کے نیچے ''ہر'' ۔ اس مصرع کو غالباً یوں بدلنا مقصود تھا :
خمِ رنگِ سیہ پیمانۂ ہر چشمِ آہو تھا

۱۔ اس مقطع کے بجائے حاشیے پر یہ شعر تحریر کیا ہے :
اسد خاکِ درِ میخانہ اب سر پر اُڑاتا ہوں
گئے وہ دن کہ پانی جامِ مے کا تا بہ زانو تھا

۲۔ اس غزل اور اس سے اگلی غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر تحریر کیے ہیں :
دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا
بے نیازی حد سے گزری ، بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا
حضرت ناصح گر آئیں ، دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پا پایا

بے دماغِ خجلت ہوں ، رشکِ امتحاں تا کے
ایک بیکسی تجھ کو عالم آشنا پایا

سادگی و پرکاری ، بے خودی و ہشیاری
حُسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

خاکبازیِ اُمید ، کارخانۂ طفلی
یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

کیوں نہ وحشتِ غالب باج خواہِ تسکیں ہو
کشتۂ تغافل کو خصمِ خوں بہا پایا

●

کارخانے سے جنوں کے بھی میں عریاں نکلا
میری قسمت کا نہ ایک آدھ گریباں نکلا

ساغرِ جلوۂ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک
شوقِ دیدار بلا آئنہ ساماں نکلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا
گر کیا ناصح نے ہم کو قید ، اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا
خانہ زادِ زلف ہیں ، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتارِ بلا زنداں سے گھبرائیں گے کیا
ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسد
ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں ، کھائیں گے کیا ؟

[1]عشرت ایجاد چہ بوئے گل و کو دودِ چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یا رب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشاں نکلا

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینے میں، لیکن آخر
جس کو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکاں نکلا

کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں یارب
نقشِ ہر ذرہ سویدائے بیاباں نکلا

دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا، سو طوفاں نکلا

●

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا
درد کی دوا پائی، دردِ بے دوا پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا، گُم کیا ہوا پایا

فکرِ نالہ میں گویا، حلقہ ہوں ز سر تا پا
عضو عضو جوں زنجیر، یک دلِ صدا پایا

۱- اس مصرع پر "لا" لکھ کر اِسے (باریک قلم، خوش خط) یوں بدلا ہے:
بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

حالِ دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر یعنی
ہم نے بارہا ڈھونڈا، تم نے بارہا پایا

شب نظارہ پرور تھا، خواب میں خیال اُس کا
صبح موجۂ گُل کو وقفِ[1] بوریا پایا

جس قدر جگر خوں ہو، کوچہ دادنِ دل ہے
زخمِ تیغِ قاتل کو طرفہ دلکشا پایا

[2]ہے نگیں کی پاداری، نامِ صاحبِ خانہ
ہم سے تیرے کوچے نے نقش مدعا پایا

دوست دارِ دشمن ہے، اعتمادِ دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا

نے اسد جفا سائل، نے ستم جنوں مائل
تجھ کو جس قدر ڈھونڈا اُلفت آزما پایا

۱- حاشیے پر "نقش" (برائے "وقف") ہے۔ (اس کی تصریح قاضی انوارالحق نے بھی کی ہے)۔

۲- مفتی انوارالحق کے نسخے میں یہ شعر اس طرح چھپا ہے:
ہے مکیں کی پا داری نام صاحبِ خانہ
ہم نے تیرے کوچے نے نقش مدّعا پایا
بھوپال کے مخطوطے میں "مکیں" کے بجائے "نگیں" ہے اور دوسرا مصرع: "ہم سے تیرے کوچے نے ..." (بصورتِ بالا) لکھا ہے۔ مخطوطے کے کاتب نے شاید "سے" اور "نے" کو سہواً بدل دیا ہے۔ تاہم نسخۂ شیرانی میں یہ مصرع بجنسہٖ بصورت بالا دیا ہے۔

●

[1]شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا ، مائدۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بہ قدرِ لب و دنداں نکلا

شورِ رسوائیِ دل دیکھ کہ یک نالۂ شوق
لاکھ پردے میں چھپا ، پھر وہی عریاں نکلا

شوخیِ رنگِ حنا ، خونِ وفا سے کب تک
آخر اے عہد شکن ، تو بھی پشیماں نکلا

۱- اس غزل کے حاشیے پر حسبِ ذیل سات شعر تحریر کیے ہیں :

دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلب گارِ مرد تھا

تھا زندگی میں موت کا کھٹکا لگا ہوا
اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خوں ہے اب
اس رہگذر میں جلوۂ گل ، آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے
زنداں میں بھی خیال ، بیاباں نورد تھا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

جوہرِ ایجادِ خطِ سبز ہے خود بینیِ حسن
جو نہ دیکھا تھا ، سو آئینے میں پنہاں نکلا

تھی نو آموزِ فنا ہمّتِ دشواریِ شوق
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

میں بھی معذورِ جنوں ہوں **اسد** اے خانہ خراب
پیشوا لینے مجھے گھر سے بیاباں نکلا

●

دمیدن[1] کے کمیں جوں ریشۂ زیرِ زمیں پایا
بہ گردِ سرمہ اندازِ نگاہِ شرمگیں پایا

[2]آگے اک پنبۂ روزن سے بھی چشمِ سفید آخر
حیا کو انتظارِ جلوہ ریزی کے کمیں پایا

بہ حسرت گاہِ نازِ کشتۂ جاں بخشیِ خوباں
خضر کو چشمۂ آبِ بقا سے تر جبیں پایا

پریشانی سے مغزِ سر ہؤا ہے پنبۂ بالش
خیالِ شوخیِ خوباں کو راحت آفریں پایا

نفس حیرت پرستِ طرزِ نا گیرائیِ مژگاں
مگر یک دست دامانِ نگاہِ واپسیں پایا

اسد کو پیچتابِ طبعِ برق آہنگ مسکن سے
حصارِ شعلۂ جوّالہ میں عزلت گزیں پایا

۱- عرشی : دویدن -
۲- عرشی : 'اُگی' -

●

نزاکت سے[1] فسونِ دعویٔ طاقت شکستن ہا
شرارِ سنگ اندازِ چراغ از جسمِ خستن ہا

سیہ مستیِ چشمِ شوخ سے ہیں جوہرِ مژگاں
شرار آسا ز سنگِ سرمہ یکسر سار[2] جستن ہا

ہوا نے ابر سے کی موسمِ گل میں نمد بافی
کہ تھا آئینۂ خور بے نقابِ رنگ بستن ہا

دل از اضطراب آسودہ طاعت گاہِ داغ آیا
برنگِ شعلہ ہے مہرِ نماز از پا نشستن ہا

تکلف عافیت میں ہے دلا بندِ قبا وا کر
نفس ہا بعدِ وصلِ دوست تاوانِ گسستن ہا

اسد ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افزودن
بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب امید رستن ہا

●

بسانِ جوہرِ آئینہ از ویرانیِ دل ہا
غبارِ کوچہ ہائے موج ہے خاشاکِ ساحل ہا

نگہ کی ہم نے پیدا رشتۂ ربطِ علائق سے
ہوئے ہیں پردہ ہائے چشمِ عبرت جلوہ حائل ہا

۱- عرشی : 'ہے' -
۲- عرشی : 'بار' -

نہیں ہے باوجودِ ضعف سیرِ بے خودی آساں
رہِ خوابیدہ میں افگندنی ہے طرحِ منزل ہا

غریبی بہرِ تسکینِ ہوس درکار ہے ورنہ
بہ وہمِ زر گرہ میں باندھتے ہیں برقِ حاصل ہا

تماشا کردنی ہے انتظار آبادِ حیرانی !
نہیں غیر از نگہ جوں نرگسستاں فرشِ محفل ہا

اسد تارِ نفس ہے ناگزیرِ عقدہ پیرائی
بہ نوکِ ناخنِ شمشیر کیجے حلِ مشکل ہا

●

بہ شغلِ انتظارِ مہ وشاں در خلوتِ شب ہا
سرِ تارِ نظر ہے رشتۂ تسبیحِ کوکب ہا

کرے گر فکرِ تعمیرِ خرابی ہائے دل گردوں
نہ نکلے خشت مثلِ استخواں بیرونِ قالب ہا

عیادت ہائے طعن آلودِ یاراں زہرِ قاتل ہے
رفوئے زخم کرتی ہے بہ نوکِ نیشِ عقرب ہا

کرے ہے حسنِ خوباں پردے میں مشاطگی اپنی
کہ ہے تہ بندیِ خط سبزۂ خط در تہِ لب ہا

فنا کو عشق ہے بے مقصداں حیرت پرستاراں
نہیں رفتارِ عمرِ تیز رو پابندِ مطلب ہا

اسد کو بت پرستی سے غرض دردِ آشنائی ہے
نہاں ہیں نالۂ ناقوس میں در پردہ "یا رب" ہا

'دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا
یہ زمرّد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا

میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

نہ ہوئی ہم سے رقم حیرتِ خطِّ رخِ یار
صفحہ آئینہ ہوا ، آئنہ طوطی نہ ہوا

ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کہ کبھی
گوش منت کشِ گل بانگِ تسلی نہ ہوا

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جاوے
مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا

مر گیا صدمۂ آواز سے 'قُم' کی غالب
ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسی نہ ہوا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر تحریر ہے (باریک، قلم ، خوش خط) :

دل گزرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزلِ تقویٰ نہ ہوا

بہ رہنِ شرم ہے با وصفِ شہرت اہتمام اس کا
نگیں میں جوں شرارِ سنگ ناپیدا ہے نام اُس کا

سروکارِ تواضع تا خمِ گیسو رسانیدن
بسانِ شانہ زینت ریز ہے دستِ سلام اُس کا

مسی آلودہ ہے مہرِ نوازش نامہ ، پیدا ہے
کہ داغِ آرزوے بوسہ لایا ہے[1] پیام اُس کا

بہ امیدِ نگاہِ خاص ہوں محمل کشِ حسرت
مبادا ہو عناں گیرِ تغافل لطفِ عام اُس کا

لڑاوے گر وہ بزمِ میکشی میں قہر و شفقت کو
بھرے پیمانۂ صد زندگانی ایک جام اُس کا

اسد سوداے سرسبزی سے ہے تسلیم رنگیں تر
کہ کشتِ خشک اُس کا ابرِ بے پروا خرام اُس کا

شبِ اختر قدحِ عیش نے محمل باندھا
بار یکِ قافلۂ آبلہ منزل باندھا

سبحہ واماندگیِ شوق و تماشا منظور
جادے پر زیورِ صد آئنہ منزل باندھا

۱- حاشیے پر : ''دیوے گا'' -

ضبطِ گریہ گُہرِ آبلہ لایا آخر
پاے صد موج بہ طوفان کدۂ دل باندھا

[1]داغ اے حاجتِ بے درد کہ در عرضِ حیا
یک عرق آئنہ بر جبہۂ سائل باندھا

حسنِ آشفتگیِ جلوہ سے عرضِ اعجاز
دستِ موسیٰ بہ سرِ دعویٔ باطل باندھا

تپشِ آئینہ ، پروازِ تمنا لائی
نامۂ شوق بہ بالِ پرِ بسمل باندھا

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں کس نے
خلوتِ ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

نا امیدی نے بہ تقریبِ مضامینِ خمار
کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے **غالب**
ساز پر رشتہ پئے نغمۂ **بیدل** باندھا

●

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا
شوخیِ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا

گرمیِ برقِ تپش سے زہرۂ دل آب تھا
شعلۂ جوّالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا

۱۔ یہ مصرع حاشیے پر یوں بدلا ہے (باریک قلم ، خوش خط)
حیف اے ننگِ تمنا کہ پئے عرضِ حیا

واں کرم کو عذرِ بارش تھا عناں گیرِ خرام
گریے سے یاں پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یاں ہجومِ اشک سے تارِ نظر نایاب تھا

لے زمیں سے آسماں تک فرش تھیں بے تابیاں
شوخیِ بارش سے مہ فوّارۂ سیلاب تھا

[1]جوشِ یادِ نغمۂ دمسازِ مطرب سے **اسد**
ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

●

جب بہ تقریبِ سفر یار نے محمل باندھا
تپشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا

ناتوانی ہے تماشائیِ عمرِ رفتہ
رنگ نے آئنہ آنکھوں کے مقابل باندھا

اہلِ بینش نے بہ حیرت کدۂ شوخیِ ناز
جوہرِ آئنہ کو طوطیِ بسمل باندھا

اصطلاحاتِ اسیرانِ تغافل مت پوچھ
جو گرہ آپ نہ کھولی ، اُسے مشکل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا
عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائل باندھا

۱۔ حاشیے پر یوں بدل کر لکھا ہے :
واں ہجومِ نغمہ ہاے سازِ عشرت تھا اسد

یار نے تشنگیِ شوق کے مضموں چاہے
ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نوکِ ہر خار سے تھا بسکہ سرِ دزدیِ زخم
جوں نمد ہم نے کفِ پا پہ اسدؔ دل باندھا

●

[1] نالۂ دل میں شب اندازِ اثر نایاب تھا
تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر گو بیتاب تھا

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر (باریک قلم ، شکستہ خط میں) تحریر کیے ہیں :

محرم نہیں ہے تو ہی نواہاے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

رنگِ شکستہ ، صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتنِ گل ہاے ناز کا

تو اور سوے غیر نظر ہاے تیز تیز
میں اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

صرفہ ہے ضبط آہ میں میرا ، وگرنہ میں
طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا

ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہِ نیم باز کا

تاراجِ کاوش غم ہجراں ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہاے راز کا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا
آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار
گریہ وحشت بے قرارِ جلوۂ مہتاب تھا

جوشِ تکلیفِ تماشا محشر آبادِ نگاہ
فتنۂ خوابیدہ کو آئینہ مشتِ آب تھا

بے خبر مت کہہ ہمیں بیدرد! خود بینی سے پوچھ
قلزمِ ذوقِ نظر میں آئنہ پایاب تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسی صفحے پر مذکورۂ بالا حاشیے کے بالمقابل حسب ذیل پانچ شعر حاشیے میں (باریک قلم ، شکستہ خط) درج کیے گئے ہیں :

نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کیا کہوں
پہلوے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا

مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانۂ عاشق مگر سازِ صداے آب تھا

کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسا نے ورنہ یاں
ذرہ ذرہ روکشِ خورشیدِ عالم تاب تھا

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہرو وفا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا
انتظارِ صید میں اک دیدۂ بے خواب تھا

بیدلی ہائے اسد افسردگی آہنگ تر

یادِ ایّامے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا[1]

۱- اس مقام پر وہ اشارات جو میں نے برسوں پہلے کتب خانۂ بھوپال میں قلمی نسخے کو دیکھ کر لکھے ، کسی قدر پریشان کن ثابت ہوئے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل سات اشعار میں سے پہلے چھ شعر اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے گئے - اس کے بعد حاشیے پر دوسری جگہ یہی اشعار باریک قلم سے شکستہ خط میں نقل ہوئے ہیں اور ساتویں شعر کا (جو مقطع ہے) اضافہ کیا گیا ہے :

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو
یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

دیکھتے تھے ہم بہ چشمِ خود وہ طوفانِ بلا
آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار
گریہ وحشت بےقرارِ جلوۂ مہتاب تھا

یاں سرِ پُرشور بےخوابی سے تھا دیوار جُو
واں وُہ فرقِ ناز محوِ بالشِ کمخواب تھا

یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بےخودی
جلوۂ گل واں بساطِ صحبتِ احباب تھا

فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موجِ رنگ کا
یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد
ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

[1] نہ ہوگا یک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا
حبابِ موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

رہِ خوابیدہ تھی گردن کشِ یک درسِ آگاہی
زمیں کو سیلیِ اُستاد ہے نقشِ قدم میرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسی (مذکورۂ بالا) اندراج کے نیچے حاشیے ہی پر سات شعر کی یہ غزل باریک قلم سے خوش خط تحریر کی ہے - (مفتی انوارالحق نے اس غزل کو اپنے مطبوعہ نسخے کے متن میں جگہ دی ہے) :

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ز بس آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا
چراغِ گل سے ڈھونڈے ہے چمن میں شمع خار اپنا

اسیرِ بےزباں ہوں کاشکے صیادِ بےپروا
بہ دامِ جوہرِ آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مگر ہو مانعِ دامن کشی ذوقِ خود آرائی
ہوا ہے نقش بندِ آئنہ سنگِ مزار اپنا

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایاں نے
طلسمِ رنگ میں باندھا تھا عہدِ استوار اپنا

اگر آسودگی ہے مدعائے رنجِ بےتابی
نثارِ گردشِ پیمانۂ مے روزگار اپنا

اسد ہم وہ جنون جولاں گدائے بےسروپا ہیں
کہ ہے سر پنجۂ مژگانِ آہو پشت خار اپنا

۱- اس مصرع کے ساتھ حاشیے میں یہ تحریر ہے : ”ع عبدالعلے“

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بددماغی ہے
کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

سراغ آوارۂ عرضِ دو عالم شورِ محشر ہوں
پر افشاں ہے غبار آں سوئے صحرائے عدم میرا

نہ ہو وحشت کشِ درسِ سرابِ سطرِ آگاہی
میں گردِ راہ ہوں[1] بے مدعا ہے پیچ وخم میرا

ہوائے صبح یک عالم گریباں چاکیِ گل ہے
دہانِ زخم پیدا کر، اگر کھاتا ہے غم میرا

اسد وحشت پرستِ گوشۂ تنہائیِ دل ہے
برنگِ موج سے خمیازۂ ساغر ہے رم میرا

●

یادِ روزے کہ نفس در گرہِ یا رب تھا
نالۂ دل بہ کمر دامنِ قطعِ شب تھا

بہ تحیّر کدۂ فرصتِ آرائشِ وصل
دلِ شب آئنہ دارِ تپشِ کوکب تھا

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار
دیدہ گو خوں ہو، تماشائے چمن مطلب تھا

جوہرِ فکر پر افشانیِ نیرنگِ خیال
حسن آئینہ و آئینہ چمن مشرب تھا

۱- حاشیے پر اسے یوں بدلا ہے: ''غبار راہ ہوں''

پردۂ دردِ دل آئینۂ صد رنگِ نشاط
بخیۂ زخمِ جگر خندۂ زیرِ لب تھا

نالہ ہا حاصلِ اندیشہ کہ جوں کشتِ سپند
دلِ ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

بابِ ابرام نہ تھا دل ہی ہمارا **غالب**
ورنہ جو چاہیے اسبابِ تمنا سب تھا[1]

●

رات دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا
رنگِ روئے شمع برقِ خرمنِ پروانہ تھا

شب کہ تھی کیفیتِ محفل بیادِ روئے یار
ہر نظر داغِ مئے خالِ لبِ پیمانہ تھا

شب کہ باندھا خواب میں آنیکا غافل نے جناح[2]
وہ فسونِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا

۱- اس سلسلے میں ملاحظہ ہو ''نسخۂ حمیدیہ'' مؤلفہ مفتی انوارالحق (حاشیۂ صفحہ ۳۲) - یہ مقطع متن میں کاٹ کر اس کے بجائے حسب ذیل تین شعر (باریک قلم سے شکستہ خط میں) درج حاشیہ ہیں:

عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا
ورنہ جو چاہیے اسبابِ تمنا سب تھا

آخرِ کار گرفتارِ سرِ زلف ہوا
دلِ دیوانہ کہ وارستۂ ہر مذہب تھا

شوق سامان فضولی ہے، وگرنہ غالب
ہم میں سرمایۂ ایجادِ تمنا کب تھا

۲- شیرانی: 'قاتل نے جناغ' -

دود کو آج اس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی
وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمعِ ماتم خانہ تھا

ساتھ جنبش کے بہ یک برخاستن طے ہو گیا
گوئیا[1] صحرا غبارِ دامنِ دیوانہ تھا

دیکھ اس کے ساعدِ سیمین و دستِ پر نگار
شاخِ گل جلتی تھی مثلِ شمع گل پروانہ تھا

اے **اسد** رویا جو دشتِ غم میں میں حیرت‌زدہ
آئنہ خانہ ہجومِ اشک سے ویرانہ تھا

●

بۓ نذرِ کرم تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا
بہ خوں غلطیدۂ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا

جہاں مٹ جائے سعیِ دید خضر آبادِ آسائش
بہ‌جیبِ ہر نگہ پنہاں ہے حاصل رہنمائی کا

بہ عجز آبادِ وہمِ مدعا تسلیم شوخی ہے
تغافل کو نہ کر مصروف[2] تمکیں آزمائی کا

زکوٰۃِ حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغِ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

۱- ''گوئیا'' کو کاٹ کر ''تو کہے'' کیا ہے۔
۲- ''حاشیے پر ''مصروف'' کی جگہ ''معزول'' لکھا ہے۔'' (مفتی انوارالحق کا نوٹ)

نہ مارا جان کر بے جرم غافل[1] تیری گردن پر
رہا مانندِ خونِ بے گنہ حق آشنائی کا

دہانِ ہر بت پیغارہ جو زنجیرِ رسوائی
عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے
کہ حسرت کش رہا عرضِ ستم ہائے جدائی کا

●

بسکہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا
چاکِ موجِ سیل تا پیراہنِ دیوانہ تھا

داغِ مہرِ ضبطِ بے جا مستیِ سعیِ پسند
دودِ مجمر لالہ ساں دُردِ تہِ پیمانہ تھا

وصل میں بختِ رسا نے سنبلستاں گل کیا
رنگِ شب تہ بندیِ دودِ چراغِ خانہ تھا

شب تری تاثیرِ سحرِ شعلۂ آواز سے
تارِ شمع آہنگِ مضرابِ پرِ پروانہ تھا

[2]انتظارِ زلف میں شمشاد ہم دستِ چنار
نقشبندِ شکلِ مژگاں از نمودِ شانہ تھا

۱- یہ بداہتہً سہو کاتب ہے۔ ''غافل'' کے بجائے ''قاتل'' ہونا چاہیے۔
۲- حاشیے پر موٹے قلم سے کسی قدر خوشخط شکستہ میں اس کے بجائے یہ شعر لکھا ہے:
انتظارِ جلوۂ کاکل میں ہر شمشادِ باغ
صورتِ مژگانِ عاشق صرفِ عرضِ شانہ تھا

موسمِ گل میں مئے گلگوں حلالِ میکشاں
عقدِ وصلِ دخترِ رز انگور کا ہر دانہ تھا

حیرت اپنی نالۂ بے درد سے غفلت بنی
راہِ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

کُو بہ وقتِ قتل حقِ آشنائی اے نگاہ
خنجرِ زہراب دادہ سبزۂ بیگانہ تھا

جوشِ بے کیفیتی ہے اضطراب آرا اسد
ورنہ بسمل کا طپیدن[1] لغزشِ مستانہ تھا

●

[2]نہ ہو حسنِ تماشا دوست رسوا بے وفائی کا
بہ مہرِ صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

ہوس گستاخیِ آئینہ تکلیفِ نظر بازی
بہ جیبِ آرزو پنہاں ہے حاصل دلربائی کا

۱- ''متن میں پہلے اس جگہ ''طپیدن'' تھا - پھر اسے کاٹ کر 'تڑپنا' بنایا گیا'' (مفتی انوارالحق کا نوٹ) -
۲- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل دو شعر باریک قلم سے شکستہ خط میں درج کیے ہیں :

وہی اک بات ہے جو یاں نفس واں نکہتِ گل ہے
چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا
نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

نظر بازی طلسمِ وحشت آبادِ پرستان[1] ہے
رہا بیگانۂ تاثیر افسون آشنائی کا

نہ پایا دردمندِ دوریِ یارانِ یک دل نے
سوادِ خطِ پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

تمنائے زباں محوِ سپاسِ بے زبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بے دست و پائی کا

اسد یہ عجز و بے سامانیِ فرعون توام ہے
جسے تو بندگی کہتا ہے دعویٰ ہے خدائی کا

●

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکاں کھُلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

ہوں چراغانِ ہوس جوں کاغذِ آتش زدہ
داغ گرمِ کوششِ ایجادِ داغِ تازہ تھا

مانعِ وحشت خرامی ہائے لیلیٰ کون ہے
خانۂ مجنونِ صحرا گرد ، بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائیِ اندازِ استغنائے حسن
دست پابندِ حنا ، رخسار رہنِ غازہ تھا

۱- عرشی : ''پریشان'' (بجائے ''پرستان'') -

دیدۂ تر نے دیے اوراقِ لختِ دل بہ آب
یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا

بے نوائی تر صدائے نغمۂ شہرت **اسد**
بوریا یک نیستاں عالم بلند آوازہ تھا

●

کرے گر حیرتِ نظارہ طوفاں نکتہ گوئی کا
حبابِ چشمۂ آئینہ ہووے بیضہ طوطی کا

بروے قیس دستِ شرم ہے مژگانِ آہو سے
مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانہ لیلی کا

فسانِ تیغِ نازک قاتلاں سنگِ جراحت ہے
دلِ گرمِ تپش قاصد ہے پیغامِ تسلی کا

نہیں گرداب جز سرگشتگی ہائے طلب ہرگز
حبابِ بحر کے ہے آبلوں میں خار ماہی کا

نیازِ جلوہ ریزی طاقتِ بالیں شکستن ہا
تکلف کو خیال آیا ہو گر بیمار پرسی کا

نہ بخشی فرصتِ یک شبنمستاں جلوۂ خور نے
تصور نے کیا سامان ہزار آئینہ بندی کا

اسد تاثیرِ صافی ہائے حیرت جلوہ پرور ہو
گر آبِ چشمۂ آئینہ ہووے عکس زنگی کا

●

یک گامِ بے خودی سے لوٹیں بہارِ صحرا
آغوشِ نقشِ پا میں کیجے فشارِ صحرا

وحشت اگر رسا ہے بے حاصلی ادا ہے
پیمانۂ ہوا ہے مشتِ غبارِ صحرا

اے آبلہ کرم کر، یاں رنجہ اک قدم کر
اے نورِ چشمِ وحشت، اے یادگارِ صحرا

دل در رکابِ صحرا، خانہ خرابِ صحرا
موجِ سرابِ صحرا، عرضِ خمارِ صحرا

ہر ذرہ یک دلِ پاک، آئینہ خانۂ خاک
تمثالِ شوقِ بیباک صدجا دوچارِ صحرا

دیوانگی **اسد** کی حسرت کشِ طرب ہے
در سر ہوائے گلشن، در دل غبارِ صحرا

●

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا رام کیا
رشتۂ چاکِ جیبِ دریدہ صرفِ قماشِ دام کیا

عکسِ رخ افروختہ تھا تصویر بہ پشتِ آئینہ
شوخ نے وقتِ حُسن طرازی تمکیں سے آرام کیا

ساقی نے از بہرِ گریباں چاکیِ موجِ بادۂ ناب
تارِ نگاہِ سوزنِ مینا رشتۂ خطِ جامِ کیا

مُہر بجائے نامہ لگائی بر لبِ پیکِ نامہ رساں
قاتلِ تمکیں سنج نے یوں خاموشی کا پیغام کیا

شامِ فراقِ یار میں جوشِ خیرہ سری سے ہم نے اسد
ماہ کو در تسبیحِ کواکب جائے نشینِ امام کیا

●

وہ مری چینِ جبیں سے غمِ پنہاں سمجھا
رازِ مکتوب بہ بے ربطیِ عنواں سمجھا

یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ
اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

ہم نے وحشت کدۂ بزمِ جہاں میں جوں شمع
شعلۂ عشق کو اپنا سر و ساماں سمجھا

تھا گریزاں مژۂ یار سے دل تا دمِ مرگ
دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہوگا
نبضِ خس سے تپشِ شعلۂ سوزاں سمجھا

سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستاں سمجھا

بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرمِ خرام
رُخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیراں سمجھا

دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار اسد
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

●

[۱] گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیِ جا کا
گُہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور جوابِ نامۂ شوق
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ گل مت دو
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بے جا کا

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر یہ چار شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ خط):

حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر ہے یہی
دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیش دنیا کا

ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم کو
عدم کو لے گئے دل میں غبار صحرا کا

ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہوں
کرے ہے ہر بُنِ مُو کام چشمِ بینا کا

دل اُس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

[1] نہ پائی وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم نے
عدم کو لے گئے دل میں غبارِ صحرا کا
مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب میں ہے
میں مدّعا ہوں تپشِ نامۂ تمنا کا
نہ کہہ کہ گریہ بہ مقدارِ حسرتِ دل ہے
مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا
[2] فلک کو دیکھ کے کرتا ہے تجھ کو یاد اسد
اگرچہ گم شدہ ہے کاروبار دنیا کا

●

[3] کس کا خیال آئنہ انتظار تھا
ہر برگِ گل کے پردے میں دل بے قرار تھا
کس کا جنونِ دید تمنا شکار تھا
آئینہ خانہ وادیِ جوہر غبار تھا

۱۔ حاشیے پر اس مصرع کو یوں لکھا ہے :
'ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنون ہم کو'
(مفتی انوار الحق کا نوٹ)
۲۔ یہ شعر متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے :
فلک کو دیکھ کے کرتا ہے اُس کو یاد اسد
جفا میں اُس کی ہے انداز کارفرما کا
(املا حسبِ اندراجِ مخطوطہ)
۳۔ اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں (باریک قلم ، شکستہ خط) ۔ واضح رہے کہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں (ملاحظہ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

[1] چوں غنچہ و گل آفتِ فالِ نظر نہ پوچھ
پیکاں سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا
اب میں ہوں اور خونِ دو عالم معاملہ
توڑا جو تو نے آئنہ تمثال دار تھا
دیکھی وفائے فرصتِ رنج و نشاطِ دہر
خمیازہ یک درازیِ عمرِ خمار تھا
موجِ سرابِ دشتِ وفا کا بیاں نہ پوچھ
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آب‌دار تھا
صبحِ قیامت ایک دُمِ گرگ تھی اسد
جس دشت میں وہ شوخِ دو عالم شکار تھا

●

ز بس خوں گشتۂ رشکِ وفا تھا وہم بسمل کا
چرایا زخم ہائے دل نے پانی تیغِ قاتل کا
نگاہِ چشمِ حاسد وام لے اے ذوقِ خود بینی
تماشائی ہوں وحدت خانۂ آئینۂ دل کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ہو اُس نسخے کا صفحہ ۱۶) ان اشعار کی ترتیب وہ نہیں رہی جو قلمی نسخے میں بطریق ذیل موجود ہے :
ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا
کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو ، پر اب
دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا
گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں
جاں دادۂ ہوائے سرِ رہگزار تھا
۱۔ عرشی : ''جوں'' ۔

سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

شررِ فرصت نگہ سامانِ یک عالم چراغاں ہے
بقدرِ رنگ یاں گردش میں ہے پیمانہ محفل کا

بہ قدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی
جو تو دریائے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

سراسر تاختن کوشش جہت یک عرصہ جولاں تھا
ہوا واماندگی سے رہرواں کی فرق منزل کا

مجھے اس قطع[1] رہ میں خوف گمراہی نہیں غالب
عصائے خضرِ صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا

●

[2]کیا کس شوخ نے ناز از سرِ تمکیں نشستن کا
کہ شاخِ گل کا خم انداز ہے بالیں شکستن کا

۱- ''اس قطع رہ'' کو حاشیے پر ''رہ سخن میں'' میں لکھا ہے - تحریر موٹے قلم سے شکستہ اور بد خط ہے -

۲- اس غزل کے حاشیے پر ان تین اشعار کا اضافہ کیا ہے - (باریک قلم ، شکستہ) :

ہوا نے ابر سے کی موسم گل میں نمدبافی
کہ تھا آئینۂ خور پر تصور رنگ بستن کا

تکلف عافیت میں ہے دلا بند قبا وا کر
نفس بعد از وصالِ دوست تاواں ہے گسستن کا

ہر اشکِ چشم سے یک حلقۂ زنجیر بڑھتا ہے
بہ‌بندِ گریہ ہے بر نقشِ آب اندیشہ رفتن کا

نہاں ہے مردمک میں شوقِ رخسارِ فروزاں سے
سپندِ شعلہ نادیدہ صفت انداز جستن کا

گدازِ دل کو کرتی ہے کشودِ چشم شب پیما
نمک ہے شمع میں خوں موم جادو خواب بستن کا

نفس در سینہ ہائے ہمدگر رہتا ہے پیوستہ
نہیں ہے رشتۂ الفت کو اندیشہ گسستن کا

عیادت سے اسد میں بیشتر بیمار رہتا ہوں
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزاں سینہ خستن کا

●

[1]لبِ خشک در تشنگی مردگاں کا
زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا

شگفتن کمیں دارِ تقریب جوئی
تصور ہوں بیموجب آزردگاں کا

[2]غریبِ بدر جستۂ باز گشتن
سخن ہوں سخن بر لب آوردگاں کا

سراپا یک آئینہ دارِ شکستن
ارادہ ہوں یک عالم افسردگاں کا

۱- اس غزل سے نیا صفحہ شروع ہوتا ہے - غزل کے اُوپر لکھا ہے (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) : ''معاملہ کردہ شے''-

۲- اس شعر کے حاشیے پر لکھا ہے : ''ستم دیدہ'' - یہ تحریر موٹے قلم کی ہے مگر کچھ ایسی بد خط نہیں -

ہمہ نا امیدی ، ہمہ بدگمانی
میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا
بہ صورت تکلف ، بہ معنی تاسف
اسد میں تبسم ہوں پژمردگاں کا

●

شب کہ دل زخمیِ عرضِ دو جہاں تیر آیا
نالہ بر خود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا
وسعتِ جیبِ جنونِ تپشِ دل مت پوچھ
محملِ دشت بدوشِ رمِ نخچیر آیا
ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا ہستی
پرِ طاؤس سے دل پائے بہ زنجیر آیا
دید حیرت کش و خورشید چراغانِ خیال
عرضِ شبنم سے چمن آئنہ تعمیر آیا
عشقِ ترسا بچہ و نازِ شہادت مت پوچھ
کہ کلہ گوشہ بہ پروازِ پرِ تیر آیا
اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ **اسد**
بے تکلف بہ سجودِ خمِ شمشیر آیا

●

سیر آں سوئے تماشا ہے طلب گاروں کا
خضر مشتاق ہے اس دشت کے آواروں کا

سرخطِ بند ہوا نامہ گنہگاروں کا
خونِ ہدہد سے لکھا نقش گرفتاروں کا
فردِ آئینہ میں بخشیں شکنِ خندۂ گل
دلِ آزردہ پسند آئنہ رخساروں کا
داد خواہِ تپش و مہرِ خموشی بر لب
کاغذِ سرمہ ہے جامہ ترے بیماروں کا
وحشتِ نالہ بہ واماندگیِ وحشت ہے
جرسِ قافلہ یاں دل ہے گراں باروں کا
پھر وہ سوئے چمن آتا ہے ، خدا خیر کرے
رنگ اڑتا ہے گلستاں کے ہوا داروں کا
جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی غافل
چشمِ امید ہے روزن تری دیواروں کا
اسد ! اے ہرزہ درا ! نالہ بہ غوغا تا چند
حوصلہ تنگ نہ کر بے سبب آزاروں کا

●

[1] ضعفِ جنوں کو وقتِ تپش در بھی دور تھا
اک گھر میں مختصر سا بیاباں ضرور تھا
اے وائے غفلتِ نگہِ شوق ورنہ یاں
ہر پارہ سنگ لختِ دلِ کوہِ طور تھا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (باریک قلم ، شکستہ) :
جنت ہے تیری تیغ کے کشتوں کی منتظر
جوہر سوادِ جلوۂ مژگانِ حور تھا

درسِ تپش ہے برق کو اب اُس کے نام سے
وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

شاید کہ [1] مر گیا ترے رخسار دیکھ کر
پیمانہ رات ماہ کا لبریزِ نور تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
ہاں اس معاملے میں تو میرا قصور تھا

ہر رنگ میں جلا **اسدِ** فتنہ انتظار
پروانۂ تجلّیِ شمعِ ظہور تھا

●

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے ساماں اشک باری کا
جنونِ برق نشتر ہے رگِ ابرِ بہاری کا

[2] برائے حلِ مشکل ہوں زپا افتادۂ حسرت
بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیماں خاکساری کا

۱۔ شاید کتابت کی غلطی نے یہاں ''بھر'' کو ''مر'' بنا دیا ہے۔ مگر اس سلسلے میں نسخۂ حمیدیہ کا یہ مقطع بھی قابلِ لحاظ ہے :

شب کہ تھا نظّارگی روئے بتاں کا اے **اسد**
گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

۲۔ اس مصرع کے ساتھ حاشیے پر یہ الفاظ ملتے ہیں :
''محررہ عبدالصمد مظہر''۔

حریفِ جوششِ دریا نہیں خود داریِ ساحل
جہاں ساقی ہے تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

بہ وقتِ سرنگونی ہے تصور انتظارستاں
نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اختر شماری کا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

اسد ساغر کشِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی
کہ ننگِ فہمِ مستاں ہے گلہ بد روزگاری کا

●

[1] طاؤس در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا
یارب نفس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا

عزلت گزینِ بزم ہیں واماندگانِ دید
مینائے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہِ قدم
کیا بیم اہلِ درد کو سختیِ راہ کا

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر لکھے ہیں (باریک قلم ، شکستہ) :

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے
پُر گُل خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا

غافل بوہمِ ناز خود آرا ہے ورنہ یاں
بے شانۂ صبا نہیں طرہ گیاہ کا

جیبِ نیازِ عشق نشان دارِ ناز ہے
آئینہ ہوں شکستنِ طرفِ کلاہ کا

بزمِ قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ
صیدِ ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا

جاں در ہوائے یک نگہِ گرم ہے **اسد**
پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

●

[1] خود پرستی سے رہے باہم دگر نا آشنا
بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

آتشِ موے دماغِ شوق ہے تیرا تپاک
ورنہ ہم کس کے ہیں اے داغِ تمنا آشنا

بے دماغی شکوہ سنجِ رشکِ ہم دیگر نہیں
یار تیرا جامِ سے ، خمیازہ میرا آشنا

۱- سات شعروں کی اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر لکھے ہیں (باریک قلم ، شکستہ) :

رشک کہتا ہے کہ اُس کا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

شوق ہے ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز
ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

جوہرِ آئینہ جز رمزِ سرِ مژگاں نہیں
آشنا کی ہم دگر سمجھے ہے ایما آشنا

ربطِ یک شیرازۂ وحشت ہیں اجزاے بہار
سبزہ بیگانہ ، صبا آوارہ ، گل نا آشنا

ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے
گردشِ مجنوں بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا **اسد**
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

●

ایک ذرۂ زمیں نہیں بیکار باغ کا
یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خط ایاغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے
تریاکیِ کے قدیم ہوں دودِ چراغ کا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر تحریر ہیں (باریک قلم ، شکستہ خط) :

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہاے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

بے خونِ دل ہے چشمِ جنوں میں نگہ غبار
یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا
باغِ شگفتہ تیرا بساطِ ہوائے دل
ابرِ بہار خم کدہ کِس کے دماغ کا
جوشِ بہار کلفتِ نظارہ ہے اسد
ہے ابر پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا

●

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگیں کا
نظر آتا ہے موے شیشہ رشتہ شمعِ بالیں کا
صدا ہے کوہ میں حشر آفریں اے غفلت اندیشاں
بۓ سنجیدنِ یاراں ہو حاصل خوابِ سنگیں کا
بجائے غنچہ و گل ہے ہجومِ خارو خس یاں تک
کہ صرفِ بخیۂ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا
نصیبِ آستیں ہے حاصلِ روے عرق آگیں
چنے ہے کہکشاں خرمن سے مہ کے خوشہ پرویں کا
بہ وقتِ کعبہ جوئی ہا جرس کرتا ہے ناقوسی
کہ صحرا فصلِ گل میں رشک ہے بتخانۂ چیں کا
طپیدن دل کو سوزِ عشق میں خوابِ فراموش ہے
رکھا اسپند نے مجمر میں پہلو گرم تمکیں کا

[1] اسد طرز آشنایاں قدردانِ نکتہ سنجی ہیں
سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسیں کا

●

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا
وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا
جلوہ از بسکہ تقاضاے نگہ کرتا ہے
جوہرِ آئنہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا
عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا
عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا
لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکداں ہونا

۱- یہ مصرع حاشیے پر (موٹے قلم سے ، بدخط) یوں لکھا ہے :
اسد اربابِ فطرت قدردانِ لفظ و معنی ہیں

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت **غالب**
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

●

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا
رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

محتسب سے تنگ ہے از بسکہ کارِ مے کشاں
رز میں جو انگور نکلا ، عقدۂ مشکل ہوا

قیس نے از بسکہ کی سیرِ گریبانِ نفس
یک دو چیں دامانِ صحرا پردۂ محمل ہوا

وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر
گوشِ نسریں عارضاں پروانۂ محفل ہوا

عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندی **اسد**
نقص پر اپنے ہوا جو مطّلع ، کامل ہوا

●

[1]گر نہ احوالِ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا
بے تکلف داغِ مہ مُہرِ دہاں ہو جائے گا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر لکھے ہیں - (باریک قلم سے ، شکستہ خط میں) دوسرے اور تیسرے شعر میں لکھنے والا صرف قافیے تک پہنچا ہے - ردیف دونوں شعروں میں بنظرِ سہولت حذف کی گئی ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زہرہ گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے آب
پرتوِ مہتاب سیلِ خانماں ہو جائے گا

گر وہ مستِ نازِ تمکیں دے صلائے عرضِ حال
[1]خارِ گلبن درد ہانِ گُل زباں ہو جائے گا

لے تو لوں سوتے میں اُس کے بوسہ ہائے پا مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تعلیمِ ضبط
شعلہ خس میں جیسے خوں در رگ نہاں ہو جائیگا

[2]گر شہادت آرزو ہے ، نشّے میں گستاخ ہو
بال شیشے کا رگِ سنگِ فساں ہو جائے گا

فائدہ کیا [3]سوچ آخر تو بھی ہے دانا **اسد**
دوستی ناداں کی ہے جی کا زیاں ہو جائے گا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا

باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گُلِ تر ایک چشمِ خوں فشاں ہو جائے گا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا

۱- یہ مصرع کاٹ کر (شکستہ ، بد خط تحریر میں) یوں لکھا ہے :
خارِ گُل بہرِ دہانِ گُل زباں ہو جائے گا

۲- مفتی انوار الحق کے نسخے میں اس غزل کا پانچواں اور چھٹا شعر آپس میں بدل گئے ہیں لیکن قلمی دیوان میں ترتیب اشعار وہ ہے جو یہاں دی گئی ہے -

۳- قلمی دیوان میں اسی طرح ہے ، ''سوچ'' نہیں ہے -

●

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خطِ جامِ بادہ یکسر رشتۂ گوہر ہوا

گرمیِ دولت ہوئی آتش زنِ نامِ نکو
خانۂ خاتم میں یاقوتِ نگیں [1] اختر ہوا

نشّے میں گم کردہ رہ آیا وہ مستِ فتنہ خو
آج رنگِ رفتہ دورِ گردشِ ساغر ہوا

درد سے در پردہ دی مژگاں سیاہاں نے شکست
ریزہ ریزہ استخواں کا پوست میں نشتر ہوا

[2] اے بہ‌ضبطِ حالِ [3] نا افسردگاں جوشِ جنوں
نشّۂ مے ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا

[4] زہد گردیدن ہے گردِ خانہ ہائے منعماں
دانۂ تسبیح سے میں مہرہ در ششدر ہوا

۱- شیرانی و عرشی : ''اخگر'' بجائے ''اختر''۔
۲- مفتی انوار الحق کے نسخے میں اس غزل کا پانچواں اور چھٹا شعر آپس میں بدل گئے ہیں لیکن یہاں قلمی دیوان ہی کی ترتیبِ اشعار کا لحاظ کیا گیا ہے۔
۳- شیرانی و عرشی : ''خونا کردگاں'' بجائے ''نا افسردگاں''۔
۴- قلمی دیوان میں چھٹے شعر پر ''لا لا'' لکھ کر حاشیے پر یہ شعر درج کیا ہے (موٹے قلم سے ، شکستہ ، بد خط تحریر) :

اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

اس چمن میں [1] ریشہ‌داری جس نے سر کھینچا **اسدؔ**
تر زبانِ لطفِ عامِ ساقیِ کوثر ہوا

●

[2] اف نہ کی ، گو سوزِ دل سے بے محابا جل گیا
آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

دود میرا سنبلستاں سے کرے ہے ہمسری
بسکہ شوقِ آتشِ گل سے سراپا جل گیا

شمع رویاں کی سر انگشتِ حنائی دیکھ کر
غنچۂ گل پرفشاں پروانہ آسا جل گیا

۱- شیرانی و عرشی : ''ریشہ واری'' بجائے ''ریشہ داری''۔
۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ پانچ شعر (باریک قلم سے خوش خط) بہ ترتیب ذیل لکھے ہیں :

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا
میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار
اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

عرض کیجے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

خانمانِ عاشقاں دوکانِ آتش باز ہے
شعلہ رویاں جب ہوے گرمِ تماشا جل گیا

تا کجا افسوسِ گرمی ہاے صحبت اے خیال
دل ز آتش[1] خیزیِ داغِ تمنا جل گیا

ہے اسد بیگانۂ افسردگی اے بے کسی
دل ز اندازِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

●

[2]پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

عذرِ واماندگی ، اے حسرتِ دل
نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

سادگی ہائے تمنا ، یعنی
پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا

۱- حاشیے پر ''آتش خیزی'' کی بجائے ''سوز آتش'' بنایا ہے - (مفتی انوار الحق کا نوٹ)

۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ ایک شعر درج ہے (باریک قلم ، شکستہ) :

پھر (ترے) کوچے کو جاتا ہے خیال
دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا

مصرع اول میں حاشیہ نگار ''ترے'' لکھنا بھول گیا ہے -

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

آہ وہ جرأتِ فریاد کہاں
دل کے پردے میں جگر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

●

تو دوست کسو کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم جو[1] مجھ پر نہ ہوا تھا

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم
میں معتقدِ فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

میں سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہوں
یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا

دریاے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

۱- شیرانی : ''کہ'' -

[1] جاری تھی اسد داغِ جگر سے مرے [2] تحصیل
آتش کدہ جاگیرِ سمندر نہ ہوا تھا

●

ہے تنگ ز واماندہ شدن حوصلۂ پا
جو اشک گرا خاک میں ، ہے آبلۂ پا

سر منزلِ ہستی سے ہے صحرائے طلب دور
جو خط ہے کفِ پایہ سو ہے سلسلۂ پا

دیدار طلب ہے دلِ واماندہ کہ آخر
نوکِ سرِ مژگاں سے رقم ہو گئہ پا

آیا نہ بیابانِ طلب کام زباں تک [3]
تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیِ وحشت
تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا

●

[4] عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

۱- اس مقطع کے سامنے حاشیے پر ۱۲۴۸ع کی مہر لگی ہے -
۲- شیرانی : ''مری'' -
۳- عرشی : ''گام زباں تک'' (''کام زباں تک کے بجائے) -
۴- اس غزل کے حاشیے پر یہ چھ شعر بہ ترتیب ذیل لکھے ہیں
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

جاں دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے
یاں عرصۂ طپیدنِ بسمل نہیں رہا

ہوں قطرہ زن بہ وادیِ حسرت شبانہ روز
جز تارِ اشک جادۂ منزل نہیں رہا

بر روئے شش جہت درِ آئینہ باز ہے
یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(باریک قلم ، شکستہ خط) :

جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے
ہوں شمعِ کشتہ در خورِ محفل نہیں رہا

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست و بازوے قاتل نہیں رہا

گو میں رہا رہینِ ستم ہاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

وا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں
حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا

بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا ہوں پر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

واضح رہے کہ حاشیے میں لکھے ہوئے مقطع کا مصرع اول (بصورت بالا) متداول دیوان میں اختیار کردہ مصرع (بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد) سے مختلف ہے -

اے آہ میری خاطرِ وابستہ کے سوا
دنیا میں کوئی عقدۂ مشکل نہیں رہا
ہر چند ہوں میں طوطیِ شیریں سخن ولے
آئینہ ، آہ ، میرے مقابل نہیں رہا
انداز نالہ یاد ہیں سب مجھ کو پر **اسد**
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

●

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا
صفحۂ نامہ غلافِ بالشِ پر ہو گیا
صورتِ دیبا تپش سے میری غرقِ خوں ہے آج
خارِ پیراہن رگِ نستر[1] کو نشتر ہو گیا
بسکہ آئینے نے پایا گرمیِ رخ سے گداز
دامنِ تمثال مثلِ برگِ گل تر ہو گیا
شعلہ رخسارا ! تحیر سے تری رفتار کے
خارِ شمعِ آئنہ ، آتش میں جوہر ہو گیا
بسکہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار
دامنِ آلودۂ عصیاں گراں تر ہو گیا
حیرتِ اندازِ رہبر ہے عناں گیر اے **اسد**
نقشِ پائے خضر یاں سدِّ سکندر ہو گیا

۱- عرشی ''بستر'' ۔

●

گرفتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا
کہ طوقِ قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا
زمیں کو صفحۂ گلشن بنایا خوں چکانی نے
چمن بالیدنی ہا از رمِ نخچیر ہے پیدا
مگر وہ شوخ ہے طوفاں طرازِ شوقِ خونریزی
کہ در بحرِ کماں بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا
نہیں ہے کف لبِ نازک پہ فرطِ نشۂ مے سے
لطافت ہائے جوشِ حسن کا سر شیر ہے پیدا
عروجِ نا اُمیدی چشمِ زخمِ چرخ کیا جانے
بہارِ بے خزاں از آہِ بے تاثیر ہے پیدا
اسد جس شوق سے ذرے تپش فرسا ہوں روزن میں
جراحت ہائے دل سے جوہرِ شمشیر ہے پیدا

●

بہ مہرِ نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا
ہمارا کام ہوا اور تمھارا نام ہوا[1]

۱- ''متن میں یہ مصرع یونہی درج ہے لیکن اس غزل کی ردیف کی رعایت آخر میں ''رہا'' کی متقاضی ہے اس لیے شاید یہ مصرع یوں ہو کہ :
''ہمارا کام ہوا اور تمھارا نام رہا''
(مفتی انوارالحق کا نوٹ)

ہوا نہ مجھ سے بجز دردِ حاصلِ صیاد
بسانِ اشکِ گرفتار چشمِ دام رہا

دل و جگر تفِ فرقت سے جل کے خاک ہوئے
ولے ہنوز خیالِ وصالِ خام رہا

شکستِ رنگ کی لائی سحر شبِ سنبل
پہ زلفِ یار کا افسانہ ناتمام رہا

دہانِ تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا
کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدہام رہا

نہ پوچھ حال شب و روزِ ہجر کا **غالب**
خیالِ زلف و رخِ دوست صبح و شام رہا

●

سحرگہ باغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا
اڑے رنگِ گل اور آئینۂ دیوار ہو پیدا

بتاں! زہرآب اس شدت سے دو پیکانِ ناوک کو
کہ خطِ سبز تا پشتِ لبِ سوفار ہو پیدا

لگے گر سنگ سر پر یار کے دست نگاریں سے
بجائے زخم گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

کروں[1] گر عرض سنگینیِ کہسار اپنی بے تابی
رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا

۱- ''کرے''۔

بہ سنگِ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانۂ پیماں
اگر ابرِ سیہ مست از سوئے کہسار ہو پیدا

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہے
کہ غالب ہے کہ بعد از زاریِ بسیار ہو پیدا

●

[1]خلوتِ آبلۂ پا میں ہے جولاں میرا
خوں ہے دل تنگیِ وحشت سے بیاباں میرا

عیشِ بازی کدۂ حسرتِ جاوید رسا
خونِ آدینہ سے رنگیں ہے دبستاں میرا

حسرتِ نشۂ وحشت نہ بسعیِ دل ہے
عرضِ خمیازۂ مجنوں ہے گریباں میرا

سرمۂ مفت نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ)۔
پہلے شعر کے اوپر حاشیے ہی میں ''مطلع ثانی'' لکھا ہے:

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفاں میرا
موجِ خمیازہ ہے ہر زخمِ نمایاں میرا

رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا

عالم بے سروسامانیِ فرصت مت پوچھ
لنگرِ وحشتِ مجنوں ہے بیاباں میرا

[۱] بے دماغِ تپشِ رشک ہوں اے جلوۂ حسن
تشنۂ خونِ دل و دیدہ ہے پیماں میرا

۱- یہاں حاشیے پر متداول دیوان کی حسب ذیل غزل کے پہلے سات شعر درج ہیں اور آخری تین شعر اگلے صفحے کے حاشیے پر :

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہؤا کشمکشِ چارۂ زحمت میں تمام
مٹ گیا گھسنے میں اس عقدے کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدّل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

گر نہیں نکہتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا

تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل
دیکھ برسات میں سبز آئنے کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

فہم زنجیریِ بے ربطیِ دل ہے یا رب !
کس زباں میں ہے لقبِ خوابِ پریشاں میرا

بہ ہوس دردِ سرِ اہلِ سلامت تا چند
مشکلِ عشق ہوں مطلب نہیں آساں میرا

بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد
دے نے برباد کیا پیرہنستاں میرا

●

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوتِ ناموس تھا
[۱] شمع سے یک خار در پیراہنِ فانوس تھا

حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو
دل بہ دل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس تھا

بت پرستی ہے بہارِ نقش بندی ہائے دہر
ہر صریرِ خامہ میں یک نالۂ ناقوس تھا

[۲] غنچۂ خاطر نے رنگِ صد گلستاں گل کیا
گردۂ تصویرِ گلشن بیضۂ طاؤس تھا

۱- حاشیے پر :
رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس تھا

۲- حاشیے پر (باریک قلم ، شکستہ) یہ دو شعر لکھے ہیں :
طبع کے واشد نے رنگِ یک گلستاں گل کیا
یہ دلِ وابستہ گویا بیضۂ طاؤس تھا

مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا
کس قدر یا رب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

پوچھ مت بیماریِ غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ غم خانہ میں
دست بر سر ، سربہ زانوی دلِ مایوس تھا

ردیف ب

بس کہ ہے میخانہ ویران جوں بیابانِ خراب
عکسِ چشمِ آہوے رمخوردہ ہے داغِ شراب

تیرگیِ ظاہری ہے طبعِ موزوں کا نشاں
غافلاں عکسِ سوادِ صفحہ ہے گردِ کتاب

یک نگاہِ صاف صد آئینۂ تاثیر ہے
ہے رگِ یاقوت عکسِ خطِ جامِ آفتاب

ہے عرق افشاں مشی سے ادہمِ مشکینِ یار
وقتِ شب اختر کنی ہے چشمِ بیدارِ رکاب

ہے شفق سوز جگر کی آگ کی بالیدگی
ہر یک اختر سے[1] فلک پر قطرۂ اشکِ کباب

بسکہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلوہ ہے
ہے شکستِ رنگِ گل آئینہ پردازِ نقاب

۱- عرشی : ''ہے'' -

شب کہ تھا نظارگی روئے بتاں کا اے اسد
گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

[1]ہے بہاراں میں خزاں پرور خیالِ عندلیب
رنگِ گل آتش کدہ ہے زیرِ بالِ عندلیب

۱- اس غزل کے حاشیے پر بارہ شعر کی حسب ذیل غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے - واضح رہے کہ دسویں شعر کے پہلے مصرع میں ''ایک عالم میں ہے طوفانیٔ کیفیتِ فصل'' قلمی نسخے کی عبارت کے مطابق ہے - مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع ''ایک عالم پہ ہے. . .'' ہو گیا ہے :

پھر ہؤا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب
دے بطِ مے کو دل و دستِ شنا موج شراب

پوچھ مت وجہِ سیہ مستیٔ اربابِ چمن
سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب

جو ہوا غرقۂ مے بختِ رسا رکھتا ہے
سر سے گزرے پہ بھی ہے بالِ ہما موجِ شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر
موجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا موجِ شراب

چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو
موجِ گل ، موجِ شفق ، موجِ صبا ، موجِ شراب

جس قدر روح بناتی ہے جگر تشنۂ ناز
دے ہے تسکیں ، بدمِ آبِ بقا ، موجِ شراب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)